(ساتویں قسط)

فنّ تاریخ گوئی کی ابتداء

از

ڈاکٹر آفتاب احمد خاں ڈہل ایم اے، اے ۔بی ،ایچ، ڈی (لیکچرر)

۴۔ حرفِ مشدد

اس میں حرف کی تکرار ہوتی ہے یعنی حرف اول ساکن اور دوسرا حرف متحرک پڑھا جاتا ہے جیسے "جنت" "کانون"۔ لیکن یہ تلفظ ہوا نہ کہ کتابت۔ اس لیے حرف مشدد تو صرف ایک ہی دفعہ شمار ہوگا۔ لیکن ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں جن میں حرفِ مشدد کو مکرر شمار کیا گیا ہے مثلاً وزیر باتدبیر امیر علی شیر نوائی (م ۹۰۶ھ ۱۵۰۰ء) نے مولانا جامیؒ کی وفات کے مادۂ تاریخ میں لفظ "سِر" (س ر ر) کی رائے مشددہ کو دو دفعہ محسوب کیا ہے۔ علاوہ ازیں "الہٰ" کے کھڑے زبر کو بھی حساب میں لیتے ہوئے سال مطلوبہ برآمد کیا ہے:

کاشفِ سرِّ الٰہی بود بیشک زاں سبب گفت تاریخ وفاتش "کاشفِ سرِّ الٰہ"[1] ۸۹۸ھ

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار "حساب جمل" کی رائے ہے کہ: "حرفِ مشددہ کا ایک عدد بھی لیا جاسکتا ہے اور دو بھی، اسی طرح کھڑے الف اور الف ممدودہ کو بھی حسبِ ضرورت شمار کیا جاسکتا ہے اور نہیں بھی۔"

"The doubled (Mushaddadon)letters may be counted os one or as two .similarly the initial and terminal alifs may be added in orignored as necessary."[2]

مولانا میر نذر علی درد کاکوروی کی بھی بعینہ یہی رائے ہے: "مشدد حرف تاریخ میں کہیں مقرر لیا گیا ہے اور کہیں نہیں لیا گیا ہے۔ دونوں مثالیں ہمارے لیے سند ہیں۔ لہٰذا حسب موقع بہ نظر سہولت تاریخ میں ویسے ہی عدد لیے جائیں اور دونوں نظیروں سے فائدہ اٹھایا

---

[1] مثنوی یوسف زلیخا از مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ، ص: ۲۰۳ مطبع نولکشور لکھنؤ محرم ۱۲۸۲

[2] Encyclopaedia of Islam -hisab Al Djumal

جائے۔" درد صاحب نے اس ضمن میں قدر بلگرامی کے حسب ذیل مادۂ تاریخ کو سند اً پیش کیا ہے:

"للہ الحمد مبارک تمہیں ساجد شادی" ۱۲۹۹ھ

اور پھر لکھا ہے کہ: "دور کیوں جائیے بسم اللہ میں لفظ اللہ کے لام کے ساتھ (۶۰) عدد لیے گئے ہیں اور اس کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ ایک عالم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ۷۸۶ عدد تسلیم کرتا ہے اور ۷۸۶ عدد اسی وقت ہو سکتے ہیں جب لام کے مکرر عدد لیے جائیں۔ مشدد حرف کے مکرر عدد لینے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔" [1]

لیکن فی الحقیقت "اللہ" کے لام میں مولانائے موصوف کو اشتباہ ہوا اور نہ اللہ میں دو لام ہیں:

اللہ بود یک الف و ہا و دو لام (اتادۂ تاریخ ص: ۲۶)

جیسا کہ صاحبِ غیاث کی تحقیق ذیل سے واضح ہو گا کہ: (ترجمہ فارسی عبارت) سیبویہ[2] (sibawaih) کے نزدیک دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس (یعنی لفظ اللہ) کی اصل "الالہ" تھی۔ ہمزہ (یعنی اُ) کو لیس[3] کے قاعدے سے حذف کر دیا گیا اور پہلے لام کو (جو الا میں ہے) ساکن کر کے دوسرے لام (یعنی "لہ" کے لام) سے ملا دیا گیا تو "اللہ" بن گیا اور دوسرے یہ کہ اس (یعنی لفظ اللہ) کی اصل "آلہ" تھی۔ ہمزہ (یعنی الف) کو حذف کر دیا گیا اور اس کی جگہ الف اور لام لائے گئے اور (دونوں) لام یک جا ہو گئے۔ پہلے لام کو دوسرے میں مدغم کر دیا گیا تو "اللہ" بن گیا۔ سیبویہ ہی کے نزدیک اللہ کی اصل "لیہ" لام پر زبر کے ساتھ چھپنے یا پردے میں جانے کے معنوں میں "لا" تھی۔ پس (اس کے) لام پر الف و لام لازم غیر موضعی کا اضافہ کیا گیا اور ادغام کا عمل جاری کیا گیا۔ [4]

---

[1] شاعر، آگرہ اگست ۱۹۳۲ء ص: ۱۵

[2] دوسری صدی ہجری کا مشہور عالم نحو، پورا نام ابو الحسن عمرو بن عثمان، آبائی وطن فارس کا شہر بیضا، مقام ولادت بصرہ، سال وفات ۱۶۰ھ کے حدود میں۔

[3] لیس عربی میں کلمہ نفی بھی ہے اور فعل ماضی بھی۔ کچھ لوگ اس کی اصل "لَیِسَ" بتلاتے ہیں جس کی "ے" کو ساکن کر کے لَیْسَ بنالیا گیا ہے۔ بعض لوگ اسے "لا" (یعنی نہیں) اور "اَیس" (یعنی موجود) سے متشکل مانتے ہیں یعنی لاموجود۔ اس ترکیب "لا ایس" میں ہمزہ یعنی الف کو ساقط کر کے "لام" کو "ی" سے ملا دیا گیا تو لیس بن گیا۔ اس عمل میں "لا" کا ہمزہ یا الف بھی ساقط ہو گیا کیونکہ اس کے سقوط کے بغیر "لام" اور "ی" کا ادغام ممکن نہیں۔ مکتوب پروفیسر عبد الرب عرفان کاشی (ناگور) مرقومہ ار جنوری ۱۹۹۵ء۔

[4] برائے عبارت فارسی رجوع کنید غیاث اللغات لفظ اللہ کے تحت، ص: ۴۱ و ۴۲

صاحبِ غیاث کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ لاہ۔ل اہ الاہ پر "ال" کا اضافہ۔ال ل لہ رادغام کے عمل سے دونوں لام اور "ہ" مل جائیں گے اور درمیان کا الف مقصورہ کی صورت میں رقم ہوگا یعنی اللہ۔اس سے واضح ہوا کہ اللہ میں دو لام ہیں۔اس لیے للہ کے ۶۵ عدد بغیر مشدد کے لیے جائیں گے۔صاحبِ غرائب الجمل نے بھی اس مادّہ ۔ "للہ الحمد مبارک تمہیں ساجد شادی ."کو دو لام کی سند کے تحت لکھا ہے[۱] سید محمد علی جویا نے مسند نشینیِ نواب محمد ابراہیم علی خاں والیِ ٹونک کے سلسلہ میں صنعتِ ترصیع میں جو مثنوی کہی اس میں حرفِ مشدد کو ایک دفعہ حساب میں لیا ہے:

نیا کر دے ساقی ترا راج ہے ۱۲۸۶ھ مسرّت نشاں کیفِ نو آج ہے ۱۲۸۶ھ
تجلیِ رخ سے نہیں تاب حال ۱۸۷۰ء نگاہ سب کی ٹکڑے کتاں کی مثال[۲] ۱۸۷۰ء

ڈپٹی کلکٹر عبدالغفور نسآخ نے اپنے ایک شاگرد کی وفات کے مادّہ تاریخ میں "جنت" کی نون کو ایک بار محسوب کیا ہے:

"داخلِ جنتِ نعیم ہوئے"[۳] ۱۲۷۹ھ

مومن نے اپنی دادی کی وفات کے مادّہ ۔دخلت بالنعیم[۴] سے ۱۲۴۷ھ حاصل کیے۔شہزادی زیب النساء قلعہ ستارہ کی فتح کی تاریخ۔شقِ ستارہ آمد[۵]۔سے ۱۱۱۱ھ بر آمد کی، یہاں مزید امثلہ سے قطع نظر اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ تاریخ گوئی میں ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں جن میں حرفِ مشدد کو ایک ہی بار شمار کیا گیا۔اس ذیل میں دو آرا پیش ہیں۔

ڈاکٹر قیام الدین احمد لکھتے ہیں کہ:

"Letters bearing تشدید mark ,which are pronounced twice,are to be taken as one letter. However,the word اللہ is taken to yield 66,in cluding the second ل" [۶]

ڈاکٹر خالد حسن قادری (لندن) کہتے ہیں کہ:

---

۱ غرائب الجمل ص ۱۲۰۔ ۲ خیابان تواریخ ص ۲-۱۱۔
۳ سخن شعراء از عبدالغفور نساخ ص ۴۲۵، اترپردیش اردو اکادمی، لکھنؤ ۱۹۸۲ء
۴ دیوان مومن ص ۱۲۵ مطبع رفاہ عام الہ آباد ۱۱ر فروری ۱۸۴۶ء
۵ واقعات دارالحکومت دہلی ۱:۵۲۸
۶ Corpies Of Arabic and Persian Inscriptions Of Bihar P.373, Appendix I. Patna1973 A.D.

"The letters carring a ّ though doubled, are since they are written only once ,only counted once," لے

بہر حال سابقہ مثالوں کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ اساتذہ نے کسی قاعدہ اور اصول کی پابندی نہیں کی اور اس طرح صرف ضرورت کا پاس رکھا۔ لیکن ہمیں اگر تاریخ گوئی کو ایک فن کی حیثیت دینا ہے تو لازم ہے کہ حرف مشدد کے متعلق بھی قطعی فیصلہ صادر کر دیا جائے۔

۵۔ کاف بیانیہ

حرفِ کاف جب فارسی میں الفاظ ما قبل یا مابعد علیحدہ لکھا جاتا ہے تو اظہار حرکت کے لیے اس کے بعد "ہائے ہوز" بھی لکھا جاتا ہے جیسے ایں کہ، چناں کہ وغیرہ چونکہ اردو میں بھی یہی عمل جاری ہے۔ مثلاً اس سے کہو کہ وہ جائے۔ ظاہر ہے کہ اس حرف تردید و شرط کی کتابت میں دو حرف یعنی "ک" اور "ہ" موجود ہیں۔ اس لیے فن تاریخ گوئی کے بنیادی اصول کتابت کے تحت اس کے ۲۵ عدد لینے چاہئیں لیکن اساتذۂ فن اس میں بھی مجمع علیہ نہیں ہیں۔ چنانچہ کاف بیانیہ کے ۲۰ اور ۲۵ دونوں عدد حسب ضرورت شمار کئے گئے ہیں درد کاکوروی کا قول ہے کہ دونوں فریقوں کی مثالیں موجود ہیں چاہے ۲۵ عدد لیجئے چاہے ۲۰ مگر شرط یہ ہے کہ تاریخ عمدہ اور بلا تعمیہ (تدخلہ) و تخرجہ ہو۔" ۲

ہم پہلے کاف بیانیہ کے ۲۰ عدد اخذ کرنے کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

نواب شاہنواز خاں ابن ذکریا خاں حاکم ملتان کی شہادت (۱۲۳۳ھ) کے مادۂ تاریخ میں کاف بیانیہ کے ۲۰ عدد لیتے ہوئے مطلوبہ سنہ بر آمد کیا ہے:

جستم چوں سالِ مشہدِ آں غازیِ شہید

گفتا خرد کہ حاکم ملتان شہید شد ۳ ۱۲۳۳ھ

مولانا محی الدین خاں ذوقؔ کاکوروی نے حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کی وفات کے مادۂ تاریخ میں بھی کاف بیانیہ کے ۲۰ عدد شمار کیے ہیں:

"آہ عمرے شد کہ سیلِ اشک وایں دامانِ ما" ۱۲۷۵ھ

---

1. Janab Maulana Hamid Hasan Qadri and The Art Of and The Chronogram 1988A.D. By Dr. Khalid Hasan Qadiri (London) Qadini Academy Karachi 1989 A.D

2. ماہنامہ شاعر ستمبر ۱۹۳۲ء ص ۱۵

3. مقالہ الواح الصنادید از پروفیسر محمد اسلم، لاہور، مشمولہ ماہنامہ برہان دہلی بابت جولائی، ۱۹۸۸ء ص ۵۴۔

اور ہجری سنہ کے مطابق عیسوی ۱۸۵۸ء کے مادہ میں بھی ۲۰ عدد لیے ہیں:

"دل خوش آں عہد کہ ساز و برگ جز عیشے نبود"[۱] ۱۹۵۸ء
۲۰

مولوی احمد کبیر حیرتؔ نے اپنی تصنیف "تاریخ کملا" کی دونوں جلدوں میں جو قطعات تاریخ پر مشتمل ہیں، کاف بیانیہ جہاں جہاں وارد ہوا ہے، ۲۰ عدد شمار کرتے ہوئے سنہ مطلوب بر آمد کیا ہے اور یہ سلسلہ جلد اول کے صفحہ ۵۲ سے شروع ہو کر جلد دوئم کے صفحہ ۳۲۶ پر ختم ہوتا ہے۔ یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے، شیخ عبدالرحمٰن سخاویؒ م ۸۵۲ھ کا مادۂ تاریخ ہے: "دیدم کہ بخانۂ جہاں بود"[۲] ۸۵۲ھ یعنی وکیل حیرتؔ صاحب کا رجحان قطعیت کے ساتھ ۲۰ عدد کی طرف ہے۔ لیکن اس کے برخلاف اکبری عہد کے معتبر تاریخ خواجہ حسن ثنائی مروی کا رجحان حسب سہولت ۲۰، اور ۲۵ عدد اخذ کرنے کی طرف ہے۔ ایک قصیدہ کی مثال پہلے گذر چکی ہے۔ اسی قصیدہ کے درج ذیل شعر میں کاف بیانیہ کے ۲۵ عدد اخذ کیے ہیں:

"شاد شد دلہا کہ باز از آسمان عدل و داد" ۹۶۳ھ
۲۵
"باز دنیا زندہ شد کز مہر ایام بہار"[۳] ۹۷۷ھ

لطف کی بات یہ ہے کہ اسی قصیدے کے ایک شعر کے مصرع ثانی میں اس لفظ (کہ) کے دو جگہ ۲۰، ۲۰ عدد شمار کیے ہیں:

"کس نیارد ہدیۂ زیں بہ اگر دارد کسے" ۹۶۳
"ہر کہ دارد گو بیا چیزے کہ داری گو بیار"[۴] ۹۷۷ھ
۲۰

شاہجہانی عہد کے شاعر مرزا طہماسپ قلی ترک نے شہزادۂ عالی جاہ دارا شکوہ کی کتخدائی کے موقعہ (۱۰۴۳ھ) پر بلند و بانگ دعویٰ کے ساتھ جو قصیدہ کہا اس میں کاف بیانیہ کے ۲۵ عدد محسوب کیے ہیں، صرف وہ اشعار لکھے جاتے ہیں جن میں کہ واقع ہوا ہے:

بحمد اللہ کہ شد دیگر ز سعی نائب سلطاں ۱۰۴۳ھ
۲۵
رواج التیام افزوں حد و دو وصل آباداں ۱۰۴۳ھ

---

۱ تفصیل مزارات خانقاہ کاظمیہ کاکوری از ڈاکٹر مسعود انور علوی کاکوروی ص ۲۶، کتب خانہ انوریہ کاکوری شریف ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۰ء

۲ تاریخ کملا ۲: ۵۰۲ مطبوعہ دریونین پریس انچ واقع بانکی پور (پٹنہ) ۱۳۰۲ھ

۳ مآثر جہانگیری ص ۵۔ ۴ ایضاً ص ۷

نہ ہے شاہی نکو آئیں کہ یہ باد انام اقبالش ۱۰۴۳ھ
یمن عہد را باز و یسار جو د را ساماں ۱۰۴۳ھ
یقیں دانم کہ یہ قصد او کند حل ہمہ مشکل ۱۰۴۳ھ
مدتج جود او دارد دلا ہر مشکلے آساں ۱۰۴۳ھ
محبت بیں کہ یہ دارد بر دوام جد وکد او ۱۰۴۳ھ
بود پیش کف نامی وی سنگ و گہر یکساں ۱۰۴۳ھ
کسے گر زیں نمط شعری تواند گفت بسم اللہ
بشاگردی او خطی دہم در حضرت خاقاں [۵]

واضح ہو کہ اس قصیدے میں ایک شعر سے چار طرح تاریخیں بر آمد کرنے کا التزام کیا گیا ہے یعنی اول و دوم ہر مصرعے سے، تیسرے پورے شعر کے حروف منقوطہ سے اور چوتھے مکمل شعر کے حروف مہملہ سے آخری شعر میں صرف دعوی ہے تاریخ نہیں۔

تاریخ گوئی میں چونکہ حروف مکتوبی کے عدد شمار کئے جاتے ہیں اور اگرچہ کاف بیانیہ اور حروف جار "بہ" یا حرف نفی "نہ" میں باعتبار تلفظ ہائے مختفی کا وجود نہیں مگر چونکہ ہائے ہوز حروف ابجد میں شامل ہے اور اپنی عددی مقدار (۵) رکھتا ہے۔ لہٰذا کاف بیانیہ کے ۲۵ عدد شمار ہوں گے، اور بایں سبب اساتذۂ فن کی اکثریت نے اس کے ۲۵ عدد ہی شمار کئے ہیں اور اصول کتابت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس فن کے شعرائے اردو نے کاف بیانیہ کے ۲۵ عدد ہی لیے ہیں مثلاً شیخ امام بخش ناسخ نے اس مادہ میں:

"افسوس کہ موت نے گھیسٹا[۲]" ۱۲۳۴ھ

کاظم حسین نے بھی درج ذیل تاریخ میں اس کے ۲۵ عدد ہی شمار کئے ہیں۔

"یہ ایسی سوئیں خدیجہ کہ پھر نجاگیں حیف[۳]" ۱۳۱۸ھ

٦۔ تائے مربوطہ (ۃ):

گول ۃ کو تائے مدورہ، تائے موقوفہ اور تائے موصولہ بھی کہتے ہیں۔ تاکہ تائے طویلہ

---

[۱] مفتاح التواریخ از طامس ولیم بیل ص ۱۴۱ نیز نشید کاظم (دیوان تواریخ) از سید کاظم حسین ص ۸۔۶۷، اسرار کریمی پریس الہ آباد ۱۹۰۸ء
[۲] دیوان ناسخ ۲: ۲۱۹ مطبع نامی منشی نولکشور، لکھنو فروری ۱۸۹۳ء بار ششم۔
[۳] نشید کاظم ص ۱۱۵۔

(مطیعہ) سے امتیاز ہو سکے۔ تائے فوقانی (ۃ) عربی میں کم از کم بارہ معنی میں استعمال ہوتی ہے لیکن تاریخ گوئی میں صرف دو معنی کے ساتھ ہی اس کا تعلق ہے۔ اول تائے تانیث جو کلمہ اسم کے آخر میں آتی ہے اور حالت وقف میں "ہا" پڑھی جاتی ہے جیسے روضۃ، دوحۃ (درخت) وغیرہ۔ دوسرے کبھی جنس میں سے صیغہ واحد پر دلالت کے لیے جیسے شجرۃ (ایک درخت) تمرۃ (ایک عدد کھجور) وغیرہ۔ دوئم یہ کہ تائے مدورہ مفردہ جو پانچ حرفوں کے بعد آتی ہے یعنی دال مہملہ، ذال معجمہ، رائے مہملہ، زائے معجمہ اور "واو" کے بعد جیسے "اعادۃ" (لوٹانا) "اعاذۃ" (پناہ میں لینا) ارادۃ، اجازۃ (پروانگی دینا VISA) اخوۃ، زکوٰۃ وغیرہ میں۔ اسے کبھی دامن دار بھی لکھتے ہیں۔ مثلاً اباحة، مراۃ (آئینہ) حكمة اور قطعة وغیرہ۔[1]

کتابت کی مذکورۃ الصدر دونوں صورتوں میں جو دراصل ایک ہی ہیں، عدد و شمار کرنے میں اساتذہ کے درمیان شدید اختلاف رہا ہے کہ اس کے پانچ عدد لیے جائیں یا چار سو اور انہوں نے کسی اصول کا خیال رکھے بغیر جس طرح تاریخ برآمد ہو سکی، عدد و شمار کر لیے ہیں۔ جیسا کہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار "حساب الجمل" نے لکھا ہے کہ "ۃ" "ہا یا تا" شمار کیا جا سکتا ہے اور اس کے لیے اس بات کو ملحوظ رکھنا ہوگا کہ آیا وہ وقف میں واقع ہوئی ہے یا نہیں۔[2] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (انگریزی) کے مقالہ نگار حساب الجمل کی رائے بھی یہی ہے:

THE ,TA, MARBUTA MAY BE COUNTED AS A ,HA, OR AS A ,TA, ACCORDING TO WHETHER IT OCCURSE IN PAUSE (WAKF) OR IN LIASION (DARDJ) [3]

اساتذہ کے مادہ ہائے تاریخ میں ہمیں یہ تضاد آسانی سے فراہم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سلطان محمد عثمانی نے ۸۵۷ھ میں استنبول[4] (قسطنطنیہ) فتح کیا تو کسی فاضل نے یہ تاریخ کہی:

بلدة طيبة[5] ۸۵۷ء

☆☆☆

---

[1] مصباح اللغات ص ۸۱ نیز ملہم تاریخ ص ۲-۱۰۱۔ [2] ۸: ۱۷۶

[3] CIT: HISAB AL DJUMAL

[4] استانبول کی اصل "اسلام ہے، بول ترکی میں شہر کو کہتے ہیں یعنی اسلام کا شہر یا اسلام آباد، ڈی۔ اے کیمرن نے اپنی مصری زبان کی لغت میں اس کا املا استانبول بھی لکھا ہے۔ دیکھئے لغات ہیرا مولفہ منشی لچھمن لال بدایونی ص ۸۹، ساہتیہ کلا بھون، الہ آباد ۱۹۶۶ء